بحث ونظر

ڈاکٹر عبدالحکیم اکبری*

مولانا سعید احمد رائے پوریؒ افکار و آراء کی روشنی میں ایک تنقیدی جائزہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے علمی و دینی مجلہ ماہنامہ ''الحق'' ج ۴۸' ش ۱ (ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ) میں مولانا سعید احمد رائے پوریؒ بانی تنظیم فکر شاہ ولی اللہ کی وفات (۲۶ رستمبر ۲۰۱۲ء) کی مناسبت سے آپ کی حیات وخدمات اور فکر وخیالات پر مبنی ایک مقالہ شائع ہوا ہے۔ مقالہ نگار ڈاکٹر محمود الحسن عارف' ایسوسی ایٹ پروفیسر (چیف) ایڈیٹر' اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور ہیں۔ مقالہ کی ابتداء میں خانقاہ رائے پور (انڈیا) کا تعارف اور مولانا سعید احمد رائے پوری کی تعلیم وتربیت کے متعدد مراحل کا تذکرہ ہے۔ اوران کے خاندانی حالات کا مختصر بیان ہے۔ اس کے بعد ذیلی عنوانات میں سے پہلے عنوان ''مولانا سعید احمد رائے کا ملکی سیاست میں کردار'' ہے۔ اس عنوان کے تحت مقالہ نگار نے تفصیل کے ساتھ ان کی سیاسی خدمات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے مگران میں سے بعض کے ساتھ اتفاق کرنا ممکن نہیں۔ اس لئے راقم الحروف یہ چند حقائق بصد ادب واحترام قارئین کے علم میں لانا چاہتا ہے۔ تاکہ ڈاکٹر محمود الحسن عارف کے مقالہ سے جو غلط فہمی پیدا کرنے کی شعوری کوشش کی گئی ہے صحیح واقعات کی روشنی میں اصلاح ہو سکے۔ مذکورہ عنوان کے تحت' تفصیل بیان کرتے ہوئے مقالہ نگار نے جمعیۃ طلبائے اسلام کی تنظیم وتشکیل کا سارا کریڈیٹ مولانا رائے پوری کو دیا ہے' جب کہ یہ بات محل نظر ہے کیونکہ صحیح واقعات اس کی تائید نہیں کرتے۔ واقعہ یہ ہے کہ ابتداء سے دینی مدارس کے طلبہ اپنے اپنے مدارس میں انجمن قائم کرتے تھے' جس کے تحت اپنی تقریری کی صلاحیت کو جلا بخشنے کے لئے عام طور پر جمعہ کی رات (ہفتہ وار تعطیل کے موقع پر) اجلاس منعقد کئے جاتے تھے' بعض مدارس میں مدرسہ کے اہتمام کی اجازت اور سرپرستی میں اجلاس ہوتے تھے اور ایک استاد باقاعدہ نگرانی کیا کرتا تھا۔ تقریباً ہر مدرسہ میں قائم اس تنظیم کا نام ''جمعیۃ طلباء اسلام'' ہی ہوتا تھا۔ لاہور میں حضرت مولانا قاری محمد اجمل خان صاحبؒ نے جامع مسجد رحمانیہ قلعہ گوجر سنگھ میں یونیورسٹی' کالجز اور سکولز کے طلبا کی ایک تنظیم اسی نام سے قائم کی تھی' اور وہ خود ''درس قرآں حکیم'' دیا کرتے تھے۔

---

* سابق مرکزی کنوینئر جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان

عصری اداروں میں اس کی تنظیمیں تھیں، راقم الحروف ۱۹۶۶ء میں مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں زیر تعلیم تھا۔ وہیں ہم نے جمعیۃ طلباء اسلام کے نام سے تنظیم بنائی تھی، راقم الحروف کے بھائی اور مدرسہ قاسم العلوم میں مدرس و معین مفتی، مفتی عبداللطیف صاحبؒ اس کی نگرانی کرتے تھے، اس کے اجلاس محلہ چہلیک کی مسجد میں منعقد ہوا کرتے۔ اس لحاظ سے طلباء کی تنظیم کا یہ نام پہلے ہی سے متعارف تھا۔ اس لئے جب ستمبر ۱۹۶۹ء میں جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس عمومی کا اجلاس سرگودھا میں منعقد ہوا جس میں آئندہ عام انتخابات میں حصہ لینے کے لئے جمعیۃ علماء اسلام نے اپنے انقلابی منشور کی منظوری دی اس منشور کی تدوین و تشکیل کے لئے جو کمیٹی بنائی گئی تھی، ان میں مولانا سعید احمد رائے پوری کا نام شامل نہ تھا اور نہ ہی اس وقت وہ جمعیۃ علماء اسلام کی تین مجالس میں کسی مجلس کے رکن تھے، جبکہ ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے جمعیۃ علماء اسلام کے منشور کی منظوری دی، اس منشور کی تدوین و تشکیل کے لئے جو کمیٹی بنائی گی تھی ان میں مولانا سعید احمد رائے پوری کا نام شامل نہ تھا۔ اور نہ ہی اس وقت وہ جمعیۃ علماء اسلام کی تین مجالس میں کسی مجلس کے رکن تھے، جبکہ ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے جمعیۃ علماء ا سلام کے منشور میں انقلابی تبدیلی کا سہرا مولانا سعید احمد رائے پوری کے سر باندھا ہے، یہ قطعاً مبنی بر صدق نہیں ہے۔ اسی منشور کمیٹی میں ایک اہم نام مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ آف کلاچی کا تھا جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت مدنیؒ کے شاگرد ہیں اور آج کل صاحب فراش ہیں۔ قارئین سے ان کی صحت کے لئے دعاؤں کی درخواست ہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی مجلس عمومی کے اس اجلاس میں دوسرا اہم فیصلہ میں جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیم کو مشرقی پاکستان تک وسیع کر دیا گیا تھا، اس سے قبل یہ تنظیم صرف مغربی پاکستان تک محدود ہوتی تھی، جبکہ تیسرے اہم فیصلہ میں جمعیۃ علماء اسلام نے عصری اور دینی اداروں میں طلباء کی تنظیم نے ''جمعیۃ طلباء اسلام'' کی سرپرستی قبول کرنے کا فیصلہ دیا اور اس کے لئے تین سرپرست مقرر کیے گئے مولانا شمس الدین آف درویش ہزارہ، مولانا شمس الدین مدیر روزنامہ ''مدینہ'' ڈھاکہ (مشرقی پاکستان) اور مولانا سعید احمد رائے پوری، بعد میں لاہور میں مولانا قاری محمد اجمل خان کی جامع مسجد رحمانیہ میں اس کی عارضی کمیٹی بنائی گئی تھی۔ ۱۹۷۰ء میں جمعیۃ طلباء اسلام کا پہلا تربیتی اجتماع مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں زیر تعمیر جامع مسجد کی دوسری منزل پر منعقد ہوا تھا، جس میں راقم الحروف نے بھی شرکت کی تھی، راقم الحروف اس سال مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں زیر تعلیم تھا۔ اس اجتماع میں جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ پنجاب کا انتخاب بھی عمل میں لایا گیا تھا۔ دسمبر ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات کے بعد ملک کو جس سیاسی اور انتظامی بدحالی نے اپنی لپیٹ میں لیا جس میں ملک کا آبادی کے لحاظ سے اکثریتی حصہ مشرقی پاکستان، ملک سے کاٹ دیا گیا، جو بعد میں بنگلہ دیش بنا۔ ایک سرپرست مولانا شمس الدین صاحب ادھر رہ گئے اور یوں ان کی سرپرستی کا اختتام ہوگیا، جبکہ دوسرے سرپرست، مولانا شمس الدین آف درویش ہزارہ کچھ عرصہ بعد (۱۹۷۳ء) جمعیۃ علماء اسلام کے دو گروپوں میں تقسیم کی صورت میں حضرت مولانا غلام غوث

صاحب ہزارویؒ کے ساتھ جمعیۃ علماء اسلام سے علیحدہ ہو گئے تھے اور ان کی سرپرستی بھی اختتام کو پہنچی۔ ان واقعات کے بعد جمعیۃ طلباء اسلام کے لئے مقرر کردہ صرف واحد سرپرست مولانا سعید احمد رائے پوری رہ گئے۔ اس میں قبل وہ اس سلسلے میں اپنے شہر وحلقہ سرگودھا میں سرگرم ہوں تو ہوں مگر مرکزی سطح پر وہ اتنا زیادہ سرگرم نہیں تھے' مگر اس کے بعد انہوں نے سرگرمی دکھانی شروع کی اور سرگودھا سے لاہور شفٹ ہو گئے آپ نے جمعیۃ طلباء اسلام کے ۵۶۔ میکلورڈ روڈ میں واقع مرکزی دفتر کو اپنی اقامت گاہ بنالیا اور جمعیۃ طلباء اسلام کے کارکنوں کی باقاعدہ اپنی فکر وخیالات کے مطابق تربیت شروع کی۔ ان کے تربیتی بیانات میں بین الاقوامی سیاسیات اور خاص کر اس وقت موجود دو سپر طاقتوں کی ترقی پذیر اور پسماندہ ملکوں میں ان کی دلچسپیاں موضوع ہوتی تھیں۔ جبکہ ان کا دوسرا اہم موضوع ''معاشیات'' ہوتا تھا' وہ ملک بھر سے چیدہ چیدہ طلبا کو دعوت دیتے اور ان کی ذہنی وفکری تربیت کر کے پھر ان کو سرگودھا لے جا کر اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوریؒ سے بیعت کراتے اور اس طرح ان کو حلقہ بیعت وارادت میں لے لیتے اگر کوئی طالب علم بیعت سے معذرت کرتا یا تو اس لئے کہ ان کا سلسلہ بیعت پہلے سے کسی اور بزرگ سے قائم ہوتا تھا یا وہ خود کو ابھی اس کا اہل نہیں پاتا تھا۔ مولانا رائے پوری اس کو اپنے حلقہ ''ارادت'' سے کیا نکال دیتے جمعیۃ طلباء اسلام سے بھی اس کا اخراج کر دیتے ایسا بہت سے نام ہیں جن کو انہوں نے صرف اسی وجہ سے جمعیۃ طلباء اسلام سے نکال دیا تھا جن میں میاں محمد عارف' جاوید ابراہیم پراچہ' چوہدری عبدالمتین' ندیم اقبال اعوان' مسعود نیازی' میاں محمد اجمل قادری' حافظ اطہر عزیز' ضیاء الرحمٰن فاروقی' عبدالرؤف ربانی' ظہیر میر' محمد ادریس اُپل' محمد ادریس اعوان' حافظ عارف محمود' حافظ ریاض وغیرہ کے نام اب بھی میرے ذہن میں تازہ ہیں۔

یاد رہے کہ یہ وہ طلبہ ہیں جن کا تعلق صوبہ پنجاب سے ہے سوائے جاوید ابراہیم پراچہ کے جو اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے طالب علم ہونے کی وجہ سے پنجاب ہی کی تنظیم سے تعلق رکھتے تھے' وہ جمعیۃ طلباء اسلام کے صوبہ پنجاب کی پہلی تنظیم میں صوبائی صدر رہ چکے ہیں' ان سب کو انہوں نے مرحلہ وار تنظیم سے لاتعلق کر دیا تھا' یہیں سے تنظیم میں اختلافات کی بنیاد پڑ گئی تھی' جب کہ ۱۹۷۵ء میں تنظیم کے مرکزی انتخابات کا مرحلہ آیا تو اختلافات زیادہ کھل کر سامنے آ گئے۔ میں ان تمام واقعات کا عینی گواہ ہوں۔ ڈاکٹر محمود الحسن عارف سے متعلق راقم الحروف کو یہ معلوم نہیں کہ اس وقت تنظیم میں کیا حیثیت تھی۔ جامع مسجد شیر انوالہ لاہور میں جمعیۃ طلباء اسلام کے مرکزی انتخابات کے موقع پر ساری ضد مولانا رائے پوری کی تھی۔ پہلے اجلاس میں نمائندگی کا مسئلہ اٹھایا پھر بعض ارکان کی موجودگی کو وجہ نزاع بنا۔ مجھے یاد ہے کہ جاوید ابراہیم پراچہ نے اپنی قراقلی کیپ سر سے اتار کر مولانا رائے پوری کے قدموں میں ڈال دی مگر ان کا دل نہ پسیج سکا۔ یہاں تک کہ حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحبؒ مولانا قاری محمد اجمل خانؒ اور جناب عبدالحمید بٹؒ (سابق مرکزی ناظم مالیات جمعیۃ علماء اسلام پاکستان) کی مداخلت سے انتخابی مرحلہ مکمل تو ہوا مگر مولانا رائے پوری نے تنظیم پر

رحم نہیں کیا۔ اپنی انا کی بھینٹ چڑھا دیا' کچھ عرصہ بعد وہی اخراج کا سلسلہ پھر شروع کیا۔ ان حالات نے جمعیۃ طلباء اسلام کی اس وقت کی صورتحال پر بحث و مذاکرہ اور مشاورت ہوئی' تو عشاء کی نماز کے بعد سے فجر کی نماز تک یہی بات موضوع بحث رہی آخر کار جمعیۃ طلباء اسلام کے انتخابات کو منسوخ کر کے کنوینگ باڈی کی تشکیل کا فیصلہ کیا گیا' جس نے چھ ماہ کی مدت میں ملک بھر سے رکنیت کی مہم چلا کر ابتدائی تنظیم سے مرکزی تنظیم تک انتخابات کو مکمل کرانا تھا۔ یہ کنوینگ باڈی ۷ افراد پر مشتمل تھی۔ پنجاب سے محمد اسلوب قریشی' سید مطلوب علی زیدی اور میاں محمد عارف' سندھ سے مولانا مفتی جمیل خانؒ اور مولانا سراج احمد امروٹی۔ بلوچستان سے حافظ حسین احمد جبکہ صوبہ سرحد سے راقم الحروف (عبدالحکیم اکبری) اس باڈی کے ارکان تھے۔ جناب محمد اسلوب قریشی اس کمیٹی کے صدر جبکہ میاں محمد عارف اس کے سیکرٹری تھے اور یہ فیصلہ مولانا رائے پوری اور ان کے ساتھیوں نے تسلیم کر لیا تھا۔ مگر ہوا کیا وہ یہ کہ اس کمیٹی کا اجلاس مرکزی دفتر میں طلب کیا گیا۔ باقاعدہ تلاوت کلام پاک سا جناب محمد اسلوب قریشی کی صدارت میں اجلاس کا آغاز ہوا' اور پھر یہ بہانہ کر کے کہ ہمیں متعدد اضلاع کی تنظیموں کی طرف سے خطوط وصول ہوئے ہیں' جنہوں نے اس فیصلہ سے اتفاق نہیں کیا ہے' اور انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ آپ بھی یہ فیصلہ تسلیم نہ کریں' اس لئے ہم نے اس فیصلے سے لاتعلقی کا فیصلہ کیا ہے۔ راقم الحروف آج ہی خود ہائی ہینڈ لے کر آیا تھا اور گوجرانوالہ کے ضلعی صدر جمعیۃ طلباء اسلام جناب صاحبزادہ محمد داؤد صاحب نے راقم الحروف کو اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ یہ مرکزی ہدایات کے مطابق لکھے گئے ہیں کہ لہٰذا اگر کوئی وجہ ہو تو بیان کرو مگر یہ اجلاس بغیر کسی نتیجہ کے اختتام پذیر ہوا اور جب جمعیۃ علماء اسلام کے بزرگوں سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کیا گیا تو انہوں نے متبادل صورت کے بارے میں جلد مشاورت کا عندیہ دیا۔ اس اجلاس کے بعد ۵۶ میکلوڈ میں کیا ہوتا رہا' وہ بھی سنئے۔ انہی دنوں میں سٹوڈنٹس یونین پشاور یونیورسٹی جس میں جمعیۃ طلباء اسلام کے جاوید ابراہیم پراچہ' یونین کے جنرل سیکرٹری تھے اور پختون سٹوڈنٹس فیڈریشن کے صفدر یونین کے پریذیڈنٹ تھے کے زیر اہتمام پشاور یونیورسٹی میں سیرت کانفرنس کا انعقاد ہوا اور اس سے خطاب کرنے والوں میں حضرت درخواستی صاحبؒ حضرت مفتی محمود صاحبؒ مولانا عبیداللہ انورؒ اور مولانا محمد ایوب بنوری صاحبؒ تھے' کانفرنس شروع ہوئی تھی کہ اسی وقت لاہور سے مولانا سعید الرحمٰن علویؒ اور میاں محمد اجمل قادری کانفرنس ہال میں تشریف لے آئے۔ ان کو سٹیج پر لایا گیا وہاں پر انہوں نے راقم الحروف کو ایک چار ورقی پمفلٹ دیا جو جمعیۃ طلباء اسلام ۵۶ میکلوڈ روڈ لاہور کی طرف سے شائع ہوا تھا۔ اور جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ جمعیۃ طلباء اسلام عصری اور دینی درسگاہوں میں زیر تعلیم طلباء کی جمعیۃ علماء اسلام کی زیر پرستی میں ایک تنظیم تھی' جب تک جمعیۃ علماء اسلام صرف علماء کی تنظیم تھی اور اس کے عہدیدار صرف علماء ہی ہوا کرتے تھے' اب چونکہ جمعیۃ علماء اسلام نے اپنی رکنیت کے سلسلے کو وسیع کر دیا ہے ایک وکیل' ایک دکاندار' ایک کاشتکار اور ایک ان پڑھ بھی اس کی رکنیت حاصل کر کے کسی عہدے پر منتخب ہو سکتا ہے۔ اس لئے اب

اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک وکیل بھی جمعیۃ طلباء اسلام کا سرپرست ہوسکتا ہے۔ ایک دکاندار ایک کاشتکار بھی یہاں تک کہ ایک ان پڑھ جاہل بھی۔ اس لئے جمعیۃ طلباء اسلام ۵۶ میکلورڈ روڈ نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم مزید جمعیۃ علماء اسلام کی سرپرستی میں کام نہیں کرسکتے۔ اور اس سے لاتعلقی کا فیصلہ کرتے ہیں' راقم الحروف نے جب یہ پڑھا تو اسی وقت سٹیج پر تشریف فرما حضرت مفتی محمودؒ کو انکا یہ فیصلہ دکھایا انہوں نے پڑھا اور پھر فرمایا کہ کانفرنس کے بعد جب یہ سب رہنما لنچ کیلئے جائیں گے تو وہاں مشورہ کریں گے۔ کانفرنس سے یہ حضرات لنچ کیلئے پشاور صدر کے جانز ہوٹل میں پہونچے تو لنچ کیسے قبل مشترکہ طور پر یہ فیصلہ ہوا کہ جمعیۃ علماء اسلام بھی ان سے لاتعلقی کا اعلان کرتی ہے اور پھر جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد کے صوبائی دفتر سے حضرت مفتی صاحبؒ نے فون کر کے جناب اکرام القادری مدیر ہفت روزہ ''ترجمان اسلام'' لاہور کو یہ ہدایت دی کہ وہ اس ہفتہ کے شمارہ کے سرورق پر یہ فیصلہ شائع کرے کہ جمعیۃ طلباء اسلام کی وہ تنظیم جو محمد اسلوب قریشی کی صدارت میں کام کررہی ہے جمعیۃ علماء اسلام اس سے لاتعلقی کا اعلان کرتی ہے کیونکہ انہوں نے جمعیۃ علماء اسلام کی سرپرستی سے معذرت کی ہے اور پھر اس ہفتہ کے شمارہ میں یہ اعلان شائع ہوا

جمعیۃ طلباء اسلام کی مقبولیت کے بارے میں مقالہ نگار لکھتا ہے:

''جمعیۃ طلباء اسلام کی اس وقت مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ملک کا شاید ہی کوئی کالج یا تعلیمی ادارہ ہوگا جہاں اس تنظیم کی کوئی شاخ موجود نہ ہو۔ پورے ملک میں اس تنظیم کی اور اس کے انقلابی نعرے کی گونج سنائی دے رہی ہے''

جمعیۃ علماء اسلام کی یہ مقبولیت مولانا رائے پوری کی محض سرپرستی کے طفیل نہیں تھی بلکہ جمعیۃ علماء اسلام کی مقامی تنظیموں کی سرپرستی کی بدولت ان کو حاصل تھی' مولانا رائے پوری نے جب باقاعدہ سرپرستی سنبھالی اور طلبہ کی اپنی ذہن وفکر کے مطابق تربیت کا سلسلہ شروع کیا تو بہت جلد اپنے ایجنڈے کے مطابق (جس کا راقم الحروف مختصر تذکرہ آگے کرتا ہے) اس معصوم ذہن کی حامل طلبہ تنظیم کو اختلاف کی نذر کردیا اور صرف تین سال (1973ء سے 1976) کے عرصہ میں تنظیم کا تیاپانچہ ہوگیا اور تنظیم کو اختلافات کی بھینٹ چڑھادیا' بڑے قابل' ذہین وفطین اور فعال طلبہ رہنماؤں کو تنظیم سے خارج کردیا اور یہیں سے اس تنظیم میں اختلافات کی بنیاد پڑی۔

ڈاکٹر عارف صاحب ص ۳۸ پر رقم طراز ہیں۔

''چنانچہ ذوالفقار علی بھٹو پر ایک طرف کفر کے فتوے لگ رہے تھے اور انہیں اور دوسری انقلاب پسند جماعتوں کے اراکین اور ان کے کارکنوں کو کفر کا حامل قرار دیا جارہا تھا تو دوسری طرف جمعیۃ علماء اسلام ان کی صفائی دیتی تھی اور ان کے انقلابی نعرے کی کسی حد تک حمایت کررہی تھی''

ڈاکٹر صاحب کا اس وقت کے حالات پر یہ تبصرہ بھی محل بحث ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعیۃ علماء اسلام کے بارے میں یہ لکھنا کہ ''وہ انقلاب پسند جماعتوں کے اراکین اور ان کے کارکنوں کی صفائی دیتی تھی اور ان کے

انقلابی نعرے کی کسی حد تک حمایت کر رہی تھی"

یہ ڈاکٹر صاحب کی اک ذاتی رائے تو ہو سکتی ہے جس میں وہ کسی کے سامنے ہرگز جوابدہ نہیں ہیں، مگر یہ اس وقت کے حالات کے اعتبار سے قطعاً تصویب کے قابل نہیں ہے' اس ضمن میں راقم الحروف نے "مفتی اعظم مولانا مفتی محمود کی علمی، دینی اور سیاسی خدمات" کے صفحہ ۵٦۸ پر لکھا ہے:

"مفتی صاحب اور ان کی جماعت شروع دن سے ایک معتدل پروگرام کی حامی و داعی تھی۔ اور وہ ان حالات میں بھی اعتدال کی پالیسی پر گامزن رہے انہوں نے اگر ایک طرف سوشلزم کی مخالفت کی تو دوسری طرف سرمایہ داری کو اس ملک کے اکثر مسائل ومشکلات کی بنیادی وجہ قرار دیا"

جہاں تک ڈاکٹر صاحب کے اس قول کا تعلق ہے کہ "انقلاب پسند جماعتوں کے اراکین اور کارکنوں کو کفر کا حامل قرار دیا جا رہا تھا تو دوسری طرف جمعیۃ علماء اسلام ان کی صفائی دیتی تھی" یہ بھی خلاف حقیقت ہے۔ حقیقت وہ ہے جو حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے ایک انٹرویو میں بیان کی ہے جو روزنامہ "مشرق" لاہور کے ۱۵ر مارچ ۱۹۷۰ء کے شمارہ میں شائع ہوا ہے فرماتے ہیں

"اگر کوئی شخص مارکس اور لینن کے نظریہ کو اسلامی سوشلزم سے تعبیر کرتا ہے وہ اسلامی تعلیمات کی تکذیب کرتا ہے اس کے باوجود مفتی صاحب کی رائے تھی کہ سوشلزم کا نام لینا والے کو کافر نہیں کہا جاسکتا' فرمایا:

"اگر کوئی شخص اسلامی مساوات اور اسلام کے معاشی نظام کو اسلامی سوشلزم کا نام دیتا ہے تو اسے کافر قرار نہیں دیا جاسکتا البتہ ایسا شخص تعبیر کی غلطی کا شکار ہے کیونکہ اسلام تعبیرات اور اصطلاحات میں بھی خود کفیل ہے اور کسی غیر اسلامی اصطلاح کا محتاج نہیں ہے۔"

یہ انقلاب پسند جماعتوں کی حمایت نہیں تھی بلکہ ایک اعتدال پسند اور ذمہ دار علماء کی تنظیم کی اس وقت کی ملکی سیاسی حالات کے پیش نظر اپنی اختیار کردہ ایک معتدل پالیسی تھی۔ ورنہ اسلامی سوشلزم کے نعرہ کے علمبردار ذوالفقار علی بھٹو ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے مقابلہ میں ڈیرہ اسماعیل خان کی واحد نشست پر الیکشن لڑنے کے لئے میدان میں نہ اترتے۔ اور نہ ہی بری طرح شکست سے دوچار ہوتے۔

ڈاکٹر عارف صاحب نے صفحہ ۳۹ پر لکھا ہے۔ "ملکی سیاست میں مولانا (سعید احمد رائے پوری) کی یہ فعالیت کچھ لوگوں کو کھٹکنے لگی جس میں جمعیۃ علماء اسلام کی قیادت فہرست تھی۔ اسی بناء پر مولانا کے خلاف سازشیں اور شرارتیں شروع ہوگئیں۔ قیادت کو مولانا سے بدگمان کیا گیا اور یہ تاثر دیا گیا کہ مولانا جمعیۃ علماء اسلام پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں خاص طور پر اس وقت کے "صوبہ سرحد" میں مولانا کے خلاف پروپیگنڈا کی مہم چلائی گئی غالباً یہ صوبائی عصبیت ہی کا ایک شاخسانہ تھا اسی بنا پر اب تک کی تاریخ سے واضح ہوتا ہے کہ جمعیۃ علماء اسلام نے ہمیشہ پنجاب سے متبادل قیادت کو وقت

سے پہلے ہی دبا دیا اور یہاں کی علاقائی قیادت کو ابھرنے کا موقعہ نہیں دیا گیا جس کے نتیجے میں جمعیۃ صرف دو صوبوں تک محدود ہو کر رہ گئی۔

مولانا سعید احمد رائے پوری کو پہلے مرحلے میں جمعیۃ علماء اسلام سے الگ کیا گیا اور دوسرے مرحلے میں جمعیۃ طلباء اسلام کو ان کی قیادت و رہنمائی سے محروم کر دیا گیا"

ڈاکٹر صاحب کے لئے اس موقع پر مناسب یہ تھا کہ مولانا سعید احمد رائے پوری کی حیات و خدمات سے بحث کر کے جیسا کہ بعض دوسرے اہل علم حضرات نے آپ کی وفات کی مناسبت سے اپنے اپنے مضامین لکھے ہیں تو زیادہ بہتر ہوتا۔ تلخ یادوں کو اور وہ بھی خلاف حقیقت اور خلاف واقعہ سمیٹ سمیٹ کر اس مضمون کو بوجھل بنا کر وہ کیوں متنازع معاملات چھیڑ رہے ہیں وہ اگر ان باتوں سے گریز کرتے اور بہت دور کی کوڑی لا کر اس سے اپنی سوچ کے مطابق نتائج اخذ نہ کرتے اور اس کا الزام دوسروں پر نہ دھرتے تو زیادہ بہتر ہوتا راقم الحروف بھی ان باتوں کو کبھی زیر بحث نہ لاتا۔ اس ضمن میں ایک تلخ یاد حضرت پیر طریقت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کی میت کی ہے ان کی وصیت کے برعکس مگر ان کے ورثاء کی خواہش کے مطابق بجائے خانقاہ رائے پور (انڈیا) کے یہاں ڈھڈیال سرگودھا میں تدفین کا مرحلہ ہے حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوریؒ اور ان کے صاحبزادے مولانا سعید احمد رائے پوریؒ کا پورا پورا زور اس بات پر تھا کہ ان کی میت کو پاکستان سے منتقل کر کے خانقاہ رائے پور میں دفنا دیا جائے جبکہ اکثر جید علماء کرام اور مشائخ عظام جن میں حضرت حافظ الحدیث درخواستیؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا یوسف بنوریؒ پیش پیش تھے ان کی رائے یہ تھی کہ انڈیا اور پاکستان میں باہمی تعلقات کشیدہ ہیں میت کی وہاں منتقلی میں کئی دن لگ سکتے ہیں جسکی وجہ سے بے حرمتی کا یقینی خدشہ ہے دوسری بات یہ ہے کہ اگر ان کی وصیت تھی تو اس وصیت پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے اس لئے ان کو یہیں اپنے آبائی قبرستان میں ان کے ورثاء (بھتیجوں) کی خواہش کے مطابق ڈھڈیاں (سرگودھا) میں دفنایا جائے۔ اور پھر ان کو یہیں دفنایا گیا۔ اس کے بعد تادم واپسیں مولانا سعید احمد رائے پوری نے کبھی ان علماء کو کبھی معاف نہیں کیا بلکہ یہاں تک ان سے بار بار سنا گیا تھا کہ میں ان مولویوں سے اس بات کا انتقام لوں گا۔ اور وہ اکثر اپنی مخصوص مجلسوں میں ان علماء کی کردار کشی کرتے تھے۔ حضرت درخواستیؒ اور حضرت بنوریؒ کا نام تک سننا تک گوارہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ (سوانح نگار حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوری و حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ اور جو کہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت تھے) کے بارے میں نہایت تضحیک آمیز رویہ اختیار کرتے تھے اور ان کو سی آئی اے کا ایجنٹ تک کہتے۔ تبلیغی جماعت کے بزرگوں کے بارے میں وہ جو الفاظ اور جملے استعمال کرتے وہ ناقابل بیان ہیں۔ ہر سال تبلیغی اجتماع کے موقعہ پر رائے ونڈ میں جمعیۃ طلباء اسلام کے ساتھی اپنا ٹینٹ لگواتے تھے تاکہ ساتھیوں کو رابطہ میں سہولت رہے 1975ء میں انہوں نے تنظیم کو روک دیا۔ غالباً 1975ء میں جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی انتخابات کا مرحلہ درپیش تھا اس جماعت

میں اس وقت کسی بھی عہدہ کے لئے کنویسنگ کی روایت نہیں تھی مگر مولانا سعید احمد رائے پوریؒ نے متعدد مقامات پر خود جا کر اور بعض مقامات پر اپنے ہم خیال کارکنوں کو بھیج کر یہ مہم چلائی کہ حضرت درخواستیؒ کی جگہ مولانا مفتی محمودؒ کو جمعیۃ علماء اسلام کی امارت سپرد کی جائے اور مولانا سعید احمد رائے پوریؒ کو ناظم عمومی منتخب کیا جائے۔ حضرت درخواستی چونکہ سیاسی مزاج نہیں رکھتے اس لئے ان کو جماعت کی تنظیم سے لاتعلق کردیا جائے یا زیادہ سے زیادہ ان کو جمعیۃ کا سرپرست بنادیا جائے یہ اور بات کہ ان کی اس تجویز اور مہم جوئی کو پذیرائی نہ مل سکی سازش کس نے کی شرارت کس طرف سے ہوئی اور کہا یہ جارہا ہے کہ ان کی فعالیت کچھ لوگوں کو کھٹکنے لگی'' کہاں تک حقیقت کی منظرکشی کرتی ہے خدارا ایسی غلط بیانی نہ کی جائے جو کل آپ سے ہضم نہ ہوسکے اس میں صوبہ سرحد کو کہاں سے گھسیٹ کر لے آئے واقعات کو خلط ملط اور پس وپیش کر کے مفروضوں کو حقیقت باور کرانے کی شعوری کوشش کبھی سچ اور حقیقت کا روپ نہیں دھار سکتیں۔ ''صوبہ سرحد میں مولانا (سعید رائے پوریؒ) کے خلاف پروپیگنڈا مہم'' یہ ایک بات کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر آگے اپنے مقام پر آتا ہے۔

ڈاکٹر عارف نے ص ۴۴ پر ایک ذیلی عنوان ''مولانا پر الحاد اور زندیقی فتویٰ اور ان کی حقیقت'' قائم کیا ہے جس میں وہ تحریر کرتے ہیں۔

''ایک طرف تو مولانا کی کامیابی اور فکری ترقی کا یہ سفر جاری تھا تو دوسری طرف مولانا کے انقلابی افکار وخیالات کے خلاف منفی پروپیگنڈے میں تیزی آتی گئی۔ اس میں شک نہیں کہ مولانا کے خیالات وافکار انقلابی نوعیت کے تھے اور عالم علماء کرام کے افکار وخیالات سے مختلف بلکہ متصادم تھے لیکن ان افکار وخیالات کا زیادہ تر تعلق دور حاضر میں اسلام کے عملی نفاذ سے تھا اسلام کے بنیادی عقائد وافکار سے نہیں تھا لیکن چونکہ ہمارے ہاں کسی بھی شخص پر کفر یا الحاد یا زندقہ کا فتویٰ لگانا محض ایک فیشن ہوگیا ہے...... تو انہوں نے مولانا اور ان کے حلقے پر الحاد اور زندقہ کا فتویٰ لگادیا اس سلسلے کی ابتداء صوبہ سرحد کے ایک مدرسہ سے ہوئی اور وفاق المدارس کے موجودہ صدر محترم کے مدرسہ سمیت بہت سے مدارس نے اس فتویٰ کی تصدیق کرڈالی۔

راقم الحروف یہ نہیں سمجھ پاسکا کہ ڈاکٹر عارف صاحب ایسی بحث چھیڑ کر کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں آگے چل کر دیکھتے ہیں کہ وہ آئینہ دیکھ کر کتنا برا مانتے ہیں یہ باتیں وہ خود موضوع بحث بناتے ہیں جب ردعمل سامنے آتا ہے تو نازک مزاج شاہاں تاب سخن ندارد'' والی بات ہوگی

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

جیسے ڈاکٹر صاحب اس نامناسب موقعہ پر ایسی باتیں چھیڑتے ہیں ان کے ممدوح اور ان کے ہمنواؤں نے بھی مسلم الثبوت دینی مسائل کو متنازعہ بنانے کی مذموم کوششیں کی تھیں۔ ان کے ان غلط افکار وخیالات کی مخالفت کی ابتداء

صوبہ سرحد کے ایک مدرسے نہیں ہوئی تھی بلکہ سب سے پہلے اس سلسلے میں حضرت مولانا امام اہل سنت شیخ الحدیث سرفراز خان صفدرؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر کا "حق چاریار" کے ماہنامہ میں ایک تفصیلی مضمون شائع ہوا تھا جسمیں انہوں نے مولانا سعید احمد رائے پوری اوران کے افکار وخیالات کی تردید کی تھی یہ تو بعد میں صوبہ سرحد کے ضلع کوہاٹ کے ٹل اور ہنگو میں دو مدرسین کا پتہ چلا جو "فکرولی اللہ" تنظیم کے ارکان تھے اوراپنے خالی الذہن طلباء کے سامنے دوران درس ایسی باتیں چھیڑتے تھے جس سے طلباء چونک پڑتے نماز ایسی عبادت کے بارے میں بھی توہین آمیز باتیں ان کی طرف سے طلباء کوسننا پڑتی تھیں پٹھان لوگ تھے جو دھڑلے سے بات کرنے کے عادی ہوتے ہیں ان کو تنظیم کی طرف سے فی الحال ایسی باتوں اور خیالات کے افشاء کی اجازت نہیں ہوتی تھی لیکن ان سے یہ باتیں ہضم نہ ہوسکیں اور انہوں نے یہ باتیں بار بار طلبہ کے سامنے کیں مگر کتاب کے آخر طلباء نے مجبور ہوکر دیگر اساتذہ کرام کوان کے افکار و خیالات سے آگاہ کرنا شروع کیا۔ پھر استفتاء لکھے گئے مفتیان کرام نے اپنا فرض ادا کرتے ہوئے استفتاء کے مطابق جوابات دیئے ان مدرسین میں ایک رائے پوری افکار وخیالات سے تائب ہوا اور پھر انہوں نے سارا کچھ کھول کر رکھ دیا ۔اسی ضمن میں یہ تفصیل بھی عرض ہے۔

1982ء میں جمعیۃ علماء اسلام کے مجلس عمومی کا ایک اجلاس جامعہ مدینہ کریم پارک راوی روڈ لاہور میں منعقد کیا جارہا تھا ان دنوں شیخ الحدیث حضرت مولانا حامد میاں صاحبؒ مرکزی امیر اور مولانا فضل الرحمٰن ناظم عمومی تھے۔ مولانا فضل الرحمٰن ان دنوں ڈیرہ اسماعیل خان کے ڈسٹرکٹ جیل میں قید کاٹ رہے تھے۔ مولانا فضل الرحمٰن نے راقم الحروف کو ایک اہم پیغام دے کر لاہور بھیجا۔ راقم الحروف نے ان کا وہ پیغام امیر مرکزیہ تک پہنچایا۔ ان سے اجازت لیکر راقم الحروف جب ان کے ہاں حاضر ہوا تو مہمان خانہ میں جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی اور صوبائی قائدین موجود تھے حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ بھی تشریف فرما تھے ان تمام حضرات کے سامنے حضرت مولانا حامد میاں صاحب نے راقم الحروف کو پیش کر کے یہ فرمایا کہ عبدالحکیم اکبری جمعیۃ طلباء اسلام کے مرکزی صدر رہے ہیں اوران کو مکمل وجوہات معلوم ہوں گی جن کی وجہ سے 1976ء میں جمعیۃ علماء اسلام کے اکابرین جمعیۃ طلباء اسلام 56 میکلوڈ روڈ والوں سے لاتعلق ہوگئے تھے۔ بزرگوں کے استفسار پر راقم الحروف نے ان کے سامنے وہ تمام حالات اور وجوہات بیان کیں جن کی بناء پر پہلے لاتعلقی کا فیصلہ مولانا رائے پوری اور انکے ہمنواؤں نے کیا تھا نہ جمعیۃ علماء اسلام کے اکابرین نے راقم الحروف کو وہاں معلوم ہوا کہ 56 میکلوڈ روڈ والوں نے مولانا حامد میاںؒ سے رابطہ کیا تھا اور وہ دوبارہ رجوع کرنا چاہتے تھے۔ راقم الحروف نے ان کے سامنے عرض کیا کہ ایک تو وہ جمعیۃ علماء اسلام کی سرپرستی کو تسلیم کرلیں اور دوسرا یہ کہ وہ جہاد افغانستان کو جہاد تسلیم کریں' افغانستان کے جہاد کو جہاد تسلیم کرلیں۔ تیسرا یہ کہ وہ تبلیغی جماعت اوران کے سرکردہ حضرات کے بارے میں ہمیشہ توہین و تحقیر آمیز رویہ اختیار کیے ہوتے ہیں وہ اپنے اس رویہ سے باز آجائیں توان کو ساتھ ملانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے

جمیعۃ علماء اسلام کے اکابرین نے ان تمام باتوں کو غور سے سنا لیکن اس کے بعد کیا ہوا راقم الحروف کو اس کو علم نہیں البتہ اتنا معلوم ہوا کہ وہ لوگ ان شرائط پر راضی نہ ہوئے اور اتحاد کی صورت نہ بن سکی یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ یہ سلسلہ جنبانی کرنے والے 56 میکلوڈ روڈ والے تھے یا جمیعۃ علماء اسلام کے اندر ہی بعض لوگوں کی رائے و تجویز اور خواہش تھی۔

بعض مزید وضاحتیں/حقائق:

۱۔ زیر بحث مقالہ میں مولانا سعید احمد رائے پوریؒ کے نام کے ساتھ اکثر جگہ "شاہ" کا سابقہ سادات سے تعلق رکھنے والوں کے ساتھ اضافہ کیا جاتا ہے جب کہ مولانا سعید احمد رائے پوری کا تعلق راجپوت فیملی کے ساتھ تھا۔

۲۔ مقالہ نگار کا یہ لکھنا کہ "اور مولانا ملک بھر میں سیاسی اور تعلیمی دورے کرتے اور بڑے بڑے جلسوں سے خطاب فرماتے تھے" یہ واقعہ بھی محل نظر ہے اور خلاف واقعہ ہے انہوں نے کبھی عام جلسوں سے خطاب نہیں کیا ہے اور نہ ہی یہ ان کا مزاج تھا البتہ محدود تربیتی نشستوں میں وہ خوب کھل کر تفصیلی بیان کرتے تھے۔

۳۔ ہفت روزہ "ترجمان اسلام" لاہور، جمیعۃ علماء اسلام کا جماعتی آرگن تھا اور وہ باقاعدگی سے شائع ہوتا تھا جو جمیعۃ علماء اسلام کی جماعتی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ جمیعۃ طلباء اسلام کی تنظیمی خبروں اور سرگرمیوں کو بھی شائع کرتا تھا۔ 1974ء میں بعض انتظامی مجبوریوں کے تحت اس کی اشاعت کا سلسلہ روک دیا گیا تھا۔ جمیعۃ طلباء اسلام کے سرکردہ حضرات نے اس مرحلہ پر اس کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور خانیوال سے مشہور ادیب و شاعر جناب محمد اکرام القادری کو اس کے مدیر اور جناب محمد فاروق قریشی کو اس کا مدیر معاون مقرر کر کے اس کی نشأۃ ثانیہ کی۔ جس کی مجلس ادارت میں مولانا سعید احمد رائے پوری کا نام بھی شامل تھا اور جمیعۃ علماء اسلام کی جمیعۃ طلباء اسلام کی سرپرستی کئے جانے تک ان کا نام شائع ہوتا رہا۔ 1976ء میں جب 56 میکلوڈ روڈ والوں نے جمیعۃ علماء اسلام کی سرپرستی سے معذرت کر لی تو ہفت روزہ ترجمان اسلام کی اشاعت کی ذمہ داری جمیعۃ علماء اسلام نے ایک دفعہ پھر سنبھال لی اور اکرام القادری صاحب ہی اس کے مدیر رہے۔

۴۔ جمیعۃ طلباء اسلام کے نام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ تعلیمی درسگاہوں میں باقاعدہ داخل طلبہ کی تنظیم تھی جو رائے پوری صاحبؒ کی زیر پرستی طلباء کی محدود سرگرمیوں تک محدود تھی مگر ایسا نہ تھا۔ نہ تو محمد اسلوب قریشی صاحب ریگولر طالب علم تھے اور نہ ہی سید طلوب علی زیدی کسی عصری و دینی ادارے میں داخل تھے وہ تو عرصہ سے تعلیم کا سلسلہ منقطع کر چکے تھے مگر ابتداء 1970ء سے لیکر رائے پوری کی زیر پرستی تشکیل پانے والے متبادل تنظیم "فکر شاہ ولی اللہ" (1987ء) تک اول الذکر اس کے مرکزی صدر اور ثانی الذکر جنرل سیکرٹری رہے جس کا اعتراف ڈاکٹر عارف نے ص ۴۲ پر کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔ "جمیعۃ طلباء اسلام (قریشی گروپ) چونکہ اب ایسے لوگوں پر مشتمل تھی کہ جنہیں کالج اور یونیورسٹیوں کو خیر باد کہتے ہوئے مدت ہو گئی تھی" سنا گیا ہے کہ جناب اسلوب قریشی اور سید مطلوب علی زیدی کو "فکر شاہ ولی اللہ" کی تنظیم سے الگ

کردیا گیا ہے۔

۵۔ مولانا سعید احمد رائے پوری، جہاد افغانستان کے سخت مخالف تھے بلکہ بقول ڈاکٹر عارف صاحب ''ہر قسم کی جہادی سرگرمیوں خصوصاً ''افغانستان اور مقبوضہ کشمیر میں ہونے والے جہاد کے سخت مخالف تھے۔'' جب کہ جمعیۃ علماء اسلام بحیثیت دینی، مذہبی وسیاسی جماعت کے جہاد افغانستان کے حق میں تھی۔ حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے سب سے پہلے جہاد کا فتوی دیا تھا۔ جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی رہنما شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب بانی مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، جہاد افغانستان کے سرخیل تھے آپ ہی کے شاگرد مجاہدین کی قیادت کرتے تھے اور وہ آپ ہی سے راہنمائی لیتے تھے۔ اور وفد در وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ ان کو ہدایات دے کر اور دعائیں دے کر رخصت فرماتے تھے جن سے ان کا حوصلہ بڑھتا ماہنامہ ''الحق'' اور انکے مدیر مولانا سمیع الحق کا جہاد افغانستان میں بہت بڑا کردار رہا ہے۔ اسلام ان کے اکابر وارا کین مجاہدین ومہاجرین سے حتیٰ المقدور تعاون جاری رکھے ہوئے تھے جہاں بعض مقامات پر قوم پرست جماعتوں کی طرف سے مہاجرین کے لئے مشکلات پیدا کی جارہی تھیں۔ وہاں حضرت درخواستیؒ اور حضرت مفتی محمودؒ خود تشریف لے گئے تھے اور وہاں ان کی مشکلات کو دور کردیا تھا۔ مولانا سعید احمد رائے پوری روسی افواج کی افغانستان میں جبری مداخلت کا خیر مقدم کرتے تھے اور وہ یہاں یہ خوشخبریاں دیا کرتے تھے کہ افغانستان کے بعد روسی افواج پاکستان میں داخل ہونے والی ہیں اور یہاں سرخ انقلاب کا دور دورہ ہوگا اور یہ خطہ بھی معاشی ترقی سے ہمکنار ہو گا۔

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

۶۔ ڈاکٹر عارف صاحب نے اپنے اس مقالہ کی تیاری کے لئے جن حوالہ جات سے مواد لیا ہے وہ ایک دو کے علاوہ صرف زبانی اور سینہ بسینہ ہیں اس سے قارئین خوب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس کے مندرجات کہاں تک تحقیقی ہیں اور کہاں تک صحیح واقعات کی غمازی کرتی ہیں۔

۷۔ راقم الحروف نے مقالہ میں چیدہ چیدہ باتوں اور واقعات کی صحیح تصویر کشی کی کوشش کی ہے اور بھی اس کے مندرجات ہیں جن سے اتفاق کرنا ممکن نہیں۔

مصحفی ہم تو یہ سمجھے تھے کہ ہوگا کوئی زخم　　تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا

ربنا اتنا من لدنک رحمۃ وھی لنا من امرنا رشداً......

(اطلاع)

اب موتمر المصنفین کی کتابیں قارئین بذریعہ ڈاک بھی منگوا سکتے ہیں

رابطہ نمبر: مکتبہ ایوان شریعت' دارالعلوم حقانیہ- 0300 5167962

مکتبہ حقانیہ اکوڑہ خٹک 0300 4610409